

نفس کے فریب

ابوالحسن علی ندوی

(احیاء علوم الدین میں) امام غزالیؒ نے طبقہ علما و طبقہ سلاطین و حکام کے علاوہ عام زندگی کا بھی جائزہ لیا ہے، اس میں جس قدر غیر دینی عناصر، بدعات و منکرات، مغالطے اور خود فریبیاں داخل ہو گئی ہیں ان کی تشہید کی ہے۔ احیاء العلوم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی اشتغال اور عالمانہ زندگی کے باوجود وہ اس وقت کی سوسائٹی اور عام زندگی سے واقف ہیں اور ان کا زندگی کا مطالعہ بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی عمومی زندگی اور امت کے مختلف طبقات اور ان کی مختلف بیماریاں اور کمزوریوں کی جو نشاندہی کی ہے، اس سے ان کی قوت مشاہدہ اور قوت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ایک مستقل باب ان منکرات کی تفصیل میں لکھا ہے جو عادات میں داخل ہو چکے ہیں، اور لوگوں کو ان کا منکر (مخلاف شرع و اخلاق) ہونا محسوس نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں انھوں نے پوری شہری زندگی پر نظر ڈالی ہے اور اس کے نمایاں منکرات کا تذکرہ کیا ہے، اور مساجد سے لے کر بازاروں، سڑکوں، حمام اور دعوت کی محفلوں تک کے منکرات کو شمار کر دیا ہے (جلد ثانی، ص ۲۹۳-۲۹۹)۔

انھوں نے احیاء العلوم کا ایک مستقل حصہ (کتاب ذم الغرور) ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے جو مختلف قسم کے مغالطوں اور فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہر طبقہ کے فریب خوردہ اشخاص اور ان کی غلط فہمیوں اور خود فریبیوں کا حال بیان کیا ہے اور ان کے بعض ایسے نفسیاتی امراض اور خصوصیات کا ذکر کیا ہے، جن کو صرف ایک دقیق النظر مصلح اور ایک تجربہ کار ماہر نفسیات ہی دیکھ سکتا ہے۔ اس باب میں انھوں نے علما، علماء و زہلو، امرا و اغنیاء اور اہل تصوف سب کا جائزہ لیا ہے، اور سب کے خصم ہی امراض اور بے اعتدالیوں کا پردہ فاش کیا ہے، اور ہر ایک کے متعلق بڑے پتے کی باتیں لکھی ہیں جس سے ان کی ذہانت، دقیقہ رسی اور حقیقت شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان کے زمانے کے علما نے جن جن علوم کے اشتغال میں حد سے تجلوز کر رکھا تھا، مثلاً فقهی جزئیات و خلافیات، علم کلام و مباحثہ و مجادلہ، وعظ و تذکیر، علم حدیث اور اس کے متعلقات نحو، لغت، شعر و مفردات کی

تحقیق و حفظ میں غلو و مبالغہ اور زاہدوں کے ملفوظات و حالات کے یاد رکھنے پر اکتفا۔ اس سب پر انہوں نے تنقید کی، اور ان کو اپنے ان مضامین کے بارے میں جو غلط فہمی اور خوش گمانی تھی، اس کی تحقیق کی، اور حقیقت حال بیان کی، اور آخر میں اپنا یہ تجربہ بیان کیا، جو بالکل قرن قیاس ہے، کہ ”دنیاوی علوم مثلاً طب و حساب اور صنعتوں کے علم میں اس قدر خوش گمانی اور خود فرہی نہیں ہے، جتنی علوم شرعیہ میں ہے، اس لیے کہ کسی شخص کا یہ خیال نہیں ہے کہ دنیاوی علوم فی نفسہ ذریعہ مغفرت ہیں، بخلاف علوم شرعیہ کے کہ وہ اپنے نتائج و مقاصد سے قطع نظر کر کے بجائے خود بھی ذریعہ مغفرت و تقرب سمجھے جاتے ہیں (ج ۳، ص ۲۲۳)۔ اپنے زمانے کے عباد و زہاد اور اہل تصوف کو بھی انہوں نے بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے اور ان کی بڑی باریک باریک کوتاہیوں، خوش فہمیوں اور خود فریبیوں کو محسوس کیا ہے، ان کے بہت سے ظاہری اعمال و رسوم کی تہ میں ان کو نفس پرستی، جاہ طلبی، ریاکاری، ظاہری نقلی اور بے روح رسمیت نظر آئی ہے، اور انہوں نے بڑی صفائی کے ساتھ اس کو ظاہر کر دیا (ج ۳، ص ۳۲۵ تا ۳۵۰)۔

اہل دولت اور اغنیا پر بھی انہوں نے بڑی صحیح گرفت کی ہے، اور اس سلسلے میں ان کے قلم سے حقائق نکل گئے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”ان دولت مندوں میں بہت سے لوگوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بڑا شوق ہے، وہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا چھوڑ دیتے ہیں، اور حج کرنے چلے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صحیح فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں بلا ضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہو گی۔ سفر ان کو بہت آسان معلوم ہو گا، روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہو گی، وہ حج سے محروم و حمی دست واپس آئیں گے، وہ خود ریتوں اور چٹیل میدانوں کے درمیان سفر کرتے ہوں گے، اور ان کا ہمسایہ ان کے پہلو میں گرفتار بلا ہو گا، اس کے ساتھ کوئی سلوک اور غم خواری نہیں کریں گے۔“

”ابو نصر تمار کہتے ہیں کہ ایک شخص بشر بن الحارث کے پاس آئے اور کہا کہ میرا قصد حج کا ہے، آپ کا کچھ کلام ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم نے خرچ کے لیے کیا رکھا ہے؟ اس نے کہا دو ہزار درہم، بشر نے کہا کہ تمہارا حج سے مقصد کیا ہے، اظہار زہد یا شوق کعبہ یا طلب رضا، اس نے کہا طلب رضا۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا اگر میں تمہیں ایسی تدبیر بتلا دوں کہ تم گھر بیٹھے اللہ کی رضا حاصل کر لو، اور تم یہ دو ہزار درہم خرچ کر دو، اور تم کو یقین ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو گئی تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا بخوشی۔ فرمایا کہ اچھا پھر جاؤ، اس مل کو ایسے دس آدمیوں کو دے آؤ جو مقروض ہیں وہ اس سے اپنا قرض ادا کر دیں، فقیر اپنی حالت درست کرے، صاحب عیال اپنے بال بچوں کا سامان کرے، یتیم کا منتظم یتیم کو کچھ دے کر اس کا دل خوش کرے اور اگر تمہاری طبیعت گوارا کرے تو ایک ہی کو پورا مال دے آؤ اس لیے کہ مسلمان کے دل کو

خوش کرنا، بے کس کی امداد، کسی کی مصیبت دور کرنا، کمزور کی اعانت سو نقلی حج سے افضل ہے، جاؤ جیسا میں نے تم سے کہا ہے ویسا ہی کر کے آؤ ورنہ اپنے دل کی بات ہم سے کہہ دو۔ اس نے کہا کہ شیخ سچی بات یہ ہے کہ سفر کا رجحان غالب ہے۔ بشرن کر مسکرائے اور فرمایا کہ مال جب گندہ اور مشتبہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے، اور وہ اس وقت اعمال صالحہ کو سامنے لاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ صرف مستقین کے عمل کو قبول فرمائے گا“ (ج ۳، ص ۳۵۲)۔

”دولت مندوں کا ایک گروہ برہنائے بخل دولت کی حفاظت میں مشغول رہتا ہے اور ایسی بدنی عبادات سے اس کو دلچسپی ہوتی ہے جس میں کچھ خرچ نہیں، مثلاً دن کا روزہ، رات کی عبادت اور ختم قرآن۔ وہ بھی فریب میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مملک بخل ان کے باطن پر مستولی ہے، اور اس کے ازالہ کے لیے مال کے خرچ کرنے کی ضرورت ہے، لیکن وہ ایسے اعمال میں مشغول ہیں جس کی ان کو کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اس کی مثل ایسی ہے کہ ایک شخص کے کپڑے کے اندر سانپ گھس گیا ہے، اور اس کا کام تمام ہونے والا ہے، اور وہ سکنجبین کے تیار کرنے میں مشغول ہے تاکہ صفر کو تسکین ہو۔ حالانکہ جو سانپ کا مارا ہے، اس کو سکنجبین کی ضرورت کب پڑے گی؟ بشر سے کسی نے کہا کہ فلاں دولت مند کثرت سے روزے رکھتا ہے، اور نمازیں پڑھتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ بیچارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مشغول ہے، اس کے مناسب حل تو یہ تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا، مساکین پر خرچ کرتا۔ یہ اس سے افضل تھا کہ اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے، اور اپنے لیے (نظمی) نمازیں پڑھتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھی سینے میں مشغول ہے، اور فقیر کو محروم رکھتا ہے“ (ج ۳، ص ۳۵۶)۔

عوام کے امراض اور خود فریبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عوام، دولت مندوں اور فقرا میں سے کچھ لوگ ہیں جن کو مجالس و عظ کی شرکت سے دھوکا لگا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ محض ان مجالس میں شرکت کافی ہے۔ انہوں نے اس کو ایک معمول بنا لیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عمل اور نصیحت پذیری کے بغیر بھی محض مجلس و عظ میں شرکت باعث اجر ہے۔ وہ بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مجلس و عظ کی فضیلت محض اس لیے ہے کہ اس سے خیر کی ترغیب ہوتی ہے۔ اگر اس سے خیر کی آمدگی اور اس کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا تو اس میں کچھ خیر نہیں۔ رغبت بھی اس لیے محمود ہے کہ وہ عمل کی محرک ہے۔ اگر اس میں عمل پر آمادہ کرنے کی قوت نہیں، تو اس میں بھی کوئی خیر نہیں۔ جو چیز کسی مقصد کا ذریعہ ہوتی ہے اس کی قیمت محض مقصد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے، اگر وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔ کبھی واعظ سے مجلس و عظ اور گریہ و بکا کی فضیلتیں سن کر اس کو دھوکا ہوتا ہے، کبھی اس پر عورتوں کی طرح ایسی رقت طاری ہوتی ہے، اور وہ رونے لگتا ہے، لیکن عزم کا کہیں پتا

خوش کرنا، بے کس کی امداد، کسی کی مصیبت دور کرنا، کمزور کی اعانت سو نقلی حج سے افضل ہے، جاؤ جیسا میں نے تم سے کہا ہے ویسا ہی کر کے آؤ ورنہ اپنے دل کی بات ہم سے کہہ دو۔ اس نے کہا کہ شیخ سچی بات یہ ہے کہ سفر کا رجحان غالب ہے۔ بشرن کر مسکرائے اور فرمایا کہ مال جب گندہ اور مشتبہ ہوتا ہے تو نفس تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اس کی خواہش پوری کی جائے، اور وہ اس وقت اعمال صالحہ کو سامنے لاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ صرف مستقین کے عمل کو قبول فرمائے گا“ (ج ۳، ص ۳۵۲)۔

”دولت مندوں کا ایک گروہ برہنائے بخل دولت کی حفاظت میں مشغول رہتا ہے اور ایسی بدنی عبادت سے اس کو دلچسپی ہوتی ہے جس میں کچھ خرچ نہیں، مثلاً دن کا روزہ، رات کی عبادت اور ختم قرآن۔ وہ بھی فریب میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مملک بخل ان کے باطن پر مستولی ہے، اور اس کے ازالہ کے لیے مال کے خرچ کرنے کی ضرورت ہے، لیکن وہ ایسے اعمال میں مشغول ہیں جس کی ان کو کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اس کی مثل ایسی ہے کہ ایک شخص کے کپڑے کے اندر سانپ گھس گیا ہے، اور اس کا کام تمام ہونے والا ہے، اور وہ سکنجبین کے تیار کرنے میں مشغول ہے تاکہ صفرا کو تسکین ہو۔ حالانکہ جو سانپ کا مارا ہے، اس کو سکنجبین کی ضرورت کب پڑے گی؟ بشر سے کسی نے کہا کہ فلاں دولت مند کثرت سے روزے رکھتا ہے، اور نمازیں پڑھتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ بیچارہ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مشغول ہے، اس کے مناسب حل تو یہ تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا، مساکین پر خرچ کرتا۔ یہ اس سے افضل تھا کہ اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے، اور اپنے لیے (نقلی) نمازیں پڑھتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھی سمیٹنے میں مشغول ہے، اور فقیر کو محروم رکھتا ہے“ (ج ۳، ص ۳۵۶)۔

عوام کے امراض اور خود فریبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عوام، دولت مندوں اور فقرا میں سے کچھ لوگ ہیں جن کو مجالس و عطف کی شرکت سے دھوکا لگا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ محض ان مجالس میں شرکت کافی ہے۔ انہوں نے اس کو ایک معمول بنا لیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عمل اور نصیحت پذیری کے بغیر بھی محض مجالس و عطف میں شرکت باعث اجر ہے۔ وہ بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ مجالس و عطف کی فضیلت محض اس لیے ہے کہ اس سے خیر کی ترغیب ہوتی ہے۔ اگر اس سے خیر کی آمدگی اور اس کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا تو اس میں کچھ خیر نہیں۔ رغبت بھی اس لیے محمود ہے کہ وہ عمل کی محرک ہے۔ اگر اس میں عمل پر آمادہ کرنے کی قوت نہیں، تو اس میں بھی کوئی خیر نہیں۔ جو چیز کسی مقصد کا ذریعہ ہوتی ہے اس کی قیمت محض مقصد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے، اگر وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔ کبھی واعظ سے مجلس و عطف اور گریہ و بکا کی فضیلتیں سن سن کر اس کو دھوکا ہوتا ہے، کبھی اس پر عورتوں کی طرح ایسی رقت طاری ہوتی ہے، اور وہ رونے لگتا ہے، لیکن عزم کا کہیں پتا